OPEN ACCESS
Hazara Islamicus
ISSN (Online): 2410-8065
ISSN (Print): 2305-3283
www.hazaraislamicus.com

Hazara Islamicus, Vol.:12, Issue: 02,July -Dec 2023
PP: 1-18

ڈاکٹر ضیاء الحبیب صابری کی کتاب نسب ونسبت فرید کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ

A Critical and Analytical Review of Dr. Zia Ul Haq Sabri's Book 'Nisab o Nasbat Fareed

Dr. Muhammad Ateeq ur Rehman
Director Research and Development, Al-Habib Library, Mansehra

Dr. Jan Gul
Theology Teacher, Elementry and Secondary Education Department, Mansehra

Abstract

In the term, genealogy is called "relationship", that is, the connection of two people by sharing birth near or far, such knowledge in which the knowledge of the lineage of an individual or group is obtained is called knowledge of genealoges.

The scholars of the Ummah, like other sciences, have formulated regular rules and regulations, principles and conditions, terminology and punctuation for expertise in genealogy. And this work is done by the experts of this knowledge or science and expertise in genealogy is a specialty of the Arabs.

The Arabs of all times worked on it regularly to secure their lineage. Among the Arabs, before Islam, it was customary to remember the lineage of Hazrat Adnan, Qahtan and Hazrat Ismail (AS), gather in the market of Akaz after completing the Hajj rituals, and express our lineage and be proud of it. used to be considered as the complementary stage of Hajj and Umrah, while the protection of genealogies from non-Arabs has been found to be very rare.

As a result, their genealogies got mixed up and joined other genealogies, or other than the Arabs, the people of knowledge and knowledge arranged to protect their genealogy, but those who came after them, themselves or someone else, destroyed their genealogy. By tampering with it, they confused it, although they are descendants of Arabs and their genealogy is well-known and well-known, but when they have little knowledge and

CC BY

understanding about these genealogy, they are ignorant of the principles of research and are not familiar with it. When the gentlemen wrote and narrated, those genealogies were also confused because instead of research, they based their religious affiliation, devotion and feelings on the knowledge of genealogy, Syed Rashid Ahmad Rais "Siyadt Faridi" and Dr. Zia Al Habib Sabri. The authors of "Nasab wa Nisib Farid" are at the top because they have done the feat of proving Syed without any argument by mixing in the researched and authentic Farooqi genealogy of Hazrat Fariduddin Masood Ganj Shakar. He emphasized not only the knowledge of genealogy, but based on it, many special and general rules of Shariah were laid as a foundation, for example: inheritance, dit, Salah Rahmi, Zakat, Khums, etc. , In Arabic, genealogists are called Nasab, Nasab or Nasabah, genealogists are called Mushajar, fortunately, the number of Nasabs in the Indian subcontinent is very few and the Mushajars are numerous. As a result, most of the trees of Pakistan and India have become victims of confusion and most of the trees of well-known, well-known families with good pedigree have become suspicious or are passing through the stage of doubt due to the trees of the Mushjars. The reason is to describe the genealogy of those gentlemen who are devoid of these qualities which are very important to be present in every expert genealogy. Decline the genealogy and declare the incorrect genealogy as the correct genealogy. (2) : You know all the awqaf and related genealogy. (3): Be familiar with modern and ancient genealogical books, magazines and journals, genealogical documents. (4): Be fair and honest. (5): Be pious and pious. (6): Be careful not to be hasty in rejecting the tradition. (7): Be trustworthy: People and people are convinced of Hamida's qualities and characteristics. While being free from religious prejudice, blind devotion and personalism

Key Words Nasab , Ganj e Shakar , Fareed , Masood, Mushjars,Syed , Farooqi

لغت کے لحاظ سے نسب ،نَسَبَ کا مصدر جس کی جمع انساب آتی ہے ، اصطلاح میں "قرابت" کو کہا جاتا ہے ، یعنی دو آدمیوں کا ولادت قریبہ یا بعیدہ میں شریک ہو کر باہم متصل ہونا، ایسا علم جس میں ایک فرد یا جماعت کے نسب کی معرفت حاصل ہو علم الانساب کہلاتا ہے ، علماء امت نے دیگر علوم کی طرح علم انساب میں مہارت کے لیے باقاعدہ قواعد و ضوابط ، اصول و شرائط ، اصطلاحات اور رموز واوقاف وضع کیے ہیں،ان شرائط و ضوابط کے ذریعے ہی معلوم کیا جاسکتا ہے کہ اس نسب کو قبول کیا جائے گا یا نہیں، اور یہ کام اس علم کے ماہرین کرتے ہیں اور علم انساب میں مہارت اہل عرب کا خاصہ ہے۔ ہر زمانے کے اہل عرب

نے اپنا نسب محفوظ بنانے کے لیے اس پر باقاعدہ کام کیا، عربوں میں قبل از اسلام حضرت عدنان، قحطان و حضرت اسمٰعیلؑ تک نسب یاد رکھنا، مناسک حج سے فراغت کے بعد عکاظ کے بازار میں جمع ہو کر اپنا حسب و نسب بیان کرنا، اس پر فخر کرنا ان کے معمول میں شامل تھا، بلکہ ان تمام چیزوں کو حج و عمرہ کا تکمیلی مرحلہ سمجھتے تھے جبکہ غیر عرب سے نسب ناموں کی حفاظت بہت کم پائی گئی ہے، جس کے نتیجے میں ان کے انساب خلط ملط ہو کر دوسرے انساب میں داخل و شامل ہوگئے یا پھر عربوں کے علاوہ جن اہل علم ودانش نے اپنے نسب نامے کی حفاظت کا اہتمام کیا لیکن ان کے بعد والوں نے خود یا کسی دوسرے نے ان کے نسب نامے سے چھیڑ چھاڑ کر کے اسے خلط ملط کر دیا، حالانکہ ان انساب سے تعلق رکھنے والے عربوں کی نسل ہیں اور ان کے انساب محفوظ ہونے کے ساتھ معروف و مشہور بھی ہیں لیکن جب ان انساب پر کم علم و فہم، اصول تحقیق سے نابلد و ناآشنا حضرات نے لکھا اور بیان کیا تو وہ انساب بھی خلط ملط ہوگئے کیونکہ انہوں نے تحقیق کے بجائے اپنی مذہبی وابستگی و عقیدت اور جذبات کو نسب کی معرفت کی بنیاد سمجھا ہے، سید رشید احمد رئیس "سیادت فریدی" اور ڈاکٹر ضیاء الحبیب صابری "نسب و نسبت فرید" کے مصنفین سر فہرست ہیں کہ انہوں نے حضرت فریدالدین مسعود گنج شکرؒ کے محقق و مستند فاروقی نسب نامہ میں خلط ملط کر کے سید ثابت کرنے کا بغیر کسی دلیل کے کارنامہ انجام دیا ہے، حالانکہ اسلام نے نہ صرف نسب کی معرفت کی تاکید کی بلکہ اس کی بنا پر کئی خصوصی و عمومی احکام شرعیہ کی بنیاد رکھی مثلاً: میراث، دیت، صلہ رحمی، زکوٰۃ، خمس وغیرہ، عربی میں ماہرین انساب کو ناسب، نسّاب یا نسابہ کا نام دیا گیا ہے، شجرہ نویس کو مشجّر کہا جاتا ہے، شومیٔ قسمت برصغیر پاک و ہند میں نساب کی تعداد نہایت قلیل اور مشجرین کثیر التعداد ہیں، انہی مشجرین کو ماہر انساب سمجھا جاتا ہے جس کا نتیجہ پاک و ہند کے اکثر و بیشتر شجرے خلط ملط کا شکار ہوگئے اور بیشتر درست، مشہور معروف صحیح النسب خانوادوں کے شجرے مشجرین کی شجر کاری کے نظر ہو کر مشکوک ہوگئے یا شک و شبہ کی منزل سے گزر رہے ہیں، جس کی وجہ ان حضرات کا نسب بیان کرنا ہے جو ان اوصاف سے عاری ہیں جنکا ہر ماہر نساب میں موجود ہونا نہایت ضروری ہے۔ (۱): وہ قوی النفس ہو: ظاہری شان و شوکت یا جاہ و حشم سے مرعوب یا خوف میں مبتلا ہو کر صحیح نسب کا منکر اور غیر صحیح نسب کو صحیح نسب قرار دے۔ (۲): تمام اوقاف و رموز نسب کی معرفت رکھتا ہو۔ (۳): نسب سے متعلق جدید و قدیم محقق کتب، رسائل و جرائد، وثائق نسبیہ سے واقف ہو۔ (۴): عادل و صادق القول ہو۔ (۵): متقی و پرہیزگار ہو۔ (۶): محتاط ہو کہ روایت کے ردّ و قبول میں جلد بازی کا مظاہرہ کرنے والا نہ ہو۔ (۷): قابل اعتماد ہو: عوام و خواص اس کے اوصاف و خصائل حمیدہ کے قائل ہوں۔ جبکہ مذہبی تعصبّ، اندھی عقیدت و شخصیت پرستی سے پاک ہو۔

اہداف:

(۱): فریدالدین مسعودؒ کے نسب نامہ کی کتب تواریخ، سیر و انساب کی روشنی میں درست تحقیق پیش کرنا۔

(۲): فریدالدین مسعودؒ کی سوانح پر مشتمل کتب میں درج سیادت فریدی کے قول کا تحقیقی جائزہ لینا۔

(۳): نسب و نسبت فرید نامی کتاب میں سیادت فریدی کے اقوال کی حیثیت واضح کرنا۔

(۴): سیادت فرید کے موضوع پر مرتب کی گئی کتب کی استنادی حیثیت کو واضح کرنا۔

(۵): ان کے اصل نسب کو تحقیقی انداز میں اس لیے پیش کرنا تاکہ فریدالدین مسعودؒ کی سیادت کے متعلق بے بنیاد دعوؤں کی تردید ہو۔

موضوع کا تعارف :

زیر نظر مقالہ میں "نسب و نسبت فریدؒ" اور اس کے ماخذ "سیادت فریدی" اور اس کی اساس پر مرتب رسالہ "سادات کنگر" کا تحقیقی جائزہ پیش کیا گیا ہے چونکہ ان کتب میں برصغیر پاک و ہند کی عظیم علمی و روحانی شخصیت فرید ملت فرید الدین مسعود المعروف بابا گنج شکر کے محقق و ثابت شدہ شجرہ نسب فاروقی کو خلط ملط کر کے سادات کے انساب سے ملحق کرنے کی ناکام کوشش پیش کی گئی، صرف ان ہی کے نسب کو نہیں بلکہ حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندیؒ کے فاروقی نسب جس پر آپ فخر و رشک کیا کرتے تھے کو بھی شکوک و شبہات کا شکار بنا دیا، سیادت فریدی نامی کتاب کو ماہرین انساب و محققین کے ہاں باطل و مردود قرار دیا ہے اس کے باوجود ڈاکٹر ضیاء الحبیب صابری نے اس کو بنیاد بنا کر مفروضوں پر مشتمل کتاب "**نسب و نسبت فرید**" تحریر کی، پھر ان کی اندھی تقلید میں مفتی عارف شاہ اویسی نے "**سادات کنگر** (فیض آباد بٹ دریاں مانسہرہ) " کے نام سے رسالہ شائع کر کے ایک علمی و روحانی خاندان کا شیرازا بکھیرنے کی کوشش کی، حالانکہ اس خاندان کے نسب پر تحقیق کے نام پر کھیلنے کی کوئی ضرورت ہی نہ تھی، کیونکہ برصغیر پاک و ہند بابا فرید و مجدد الف ثانی جیسی عظیم علمی و روحانی شخصیات کا اس نسب نامے سے تعلق ہے یہی وجہ ہے کہ محققین کے ہاں ان کا فاروقی نسب معروف و مشہور ہے اور اس سے دور حاضر کے علاوہ کسی بھی دور میں اختلاف نہیں کیا گیا لہٰذا انہیں سید کہنا اور ان کے خانوادوں کا سیّد و ہاشمی کہلانا ماوراء عقل ہے، جب کتب و رسالۂ متذاکرہ بالا کے دلائل کا تفصیلی و تحقیقی جائزہ لیا گیا تو معلوم ہوا کہ اس کتاب میں بغیر تاریخی حوالوں کی تحقیق کے انہیں سید لکھا گیا ہے کیونکہ ان حضرات کے دعویٰ کی بنیاد محض اس دلیل پر قائم ہے کہ "سیادت فریدی" کے دلائل مضبوط معلوم ہوتے ہیں اس کے علاوہ پوری کتاب میں "سیادت فریدی" سے نہ تو کوئی عبارت نقل ہے اور نہ ہی کتاب کا کوئی حوالہ پیش کیا گیا۔ اس صورت حال میں اشد ضرورت تھی کہ اپنے قلم کو غلطی سدھارنے کو جنبش دی جائے اور ان کا علمی و تحقیقی محاسبہ کیا جائے تاکہ درست نسب محفوظ اور غیر مستند امر منسوب کا بطلان ہو جائے۔

نام :

آپ کا اسم گرامی : مسعود لقب فرید الدین مگر گنج شکر کے لقب سے مشہور ہوئے، والد کا نام قاضی شیخ جمال الدین اور والدہ کا نام قرسم خاتون تھا، ولادت ضلع وہاڑی کی تحصیل بوریوالہ کے قصبہ کھتوال میں ہوئی، آپ کی سن ولادت و وصال میں اہل سیر کے اقوال مختلف ہیں صاحب سیر الاقطاب کے مطابق ولادت 595ھ اور وصال 690ھ ہے جبکہ تاریخ فرشتہ میں سن ولادت 584ھ اور وصال 660ھ درج ہے اور اسی طرح سیر الاولیاء میں ولادت 569ھ اور وصال 664ھ لکھا گیا ہے اسی طرح خزینۃ الاصفیاء میں ولادت 584ھ اور وصال 670ھ درج ہے اس طرح آپ کی عمر 76، 96، 95 یا 86 سال بنتی ہے۔[1]

مزار صوبہ پنجاب کے ضلع پاکپتن، تحصیل پاکپتن کے صدر مقام میں واقع ہے۔

اولاد:

خواجہ نصیر الدین نصر اللہ، خواجہ بدر الدین سلیمانؒ، مولانا بدر الدین اسحٰق، نظام الدین، خواجہ شہاب الدین، خواجہ یعقوب اور تین صاحبزادیاں تھیں۔[2]

تعلیم و تربیت :

ابتدائی تعلیم اپنی والدہ ماجدہ سے حاصل کی، گیارہ سال کی عمر میں حفظ مکمل کیا، بعد ازاں مروجہ علوم و فنون کے حصول

کی غرض سے ملتان کا قصد کیا، وہاں مولانا منہاج الدینؒ سے فقہ و دیگر علوم کی تعلیم حاصل کی، پھر قندھار کی طرف رخت سفر باندھا اور عرصہ پانچ سال میں تفسیر و حدیث، فقہ، علم صرف و نحو، منطق میں مہارت حاصل کی۔[3]

روحانی سفر:

دوران تعلیم حضرت خواجہ بختیار کاکیؒ بیعت حاصل کی اور تحصیل علم سے فارغ ہوئے سلسلہ چشتیہ میں خلافت سے نوازے گئے، عبادات و ریاضات،

مجاہدات و فقر، ترک و تجدید میں بے مثال تھے، آپ کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ اپنے مرشد کے وصال کے بعد اجودھن میں ان کی مسند ارشاد کے وارث ہوئے۔[4]

نسب فرید:

آپ کی علمی وجاہت و فضل، بلند پایہ ولایت اور عظیم روحانی پیشوا ہونے پر تمام محققین و مؤرخین و اہل سیر کا اتفاق ہے، آپ کے فاروقی النسب ہونے میں چند معاصرین نے اختلاف کا در کھولا اور آپ کی سیادت کو ثابت کرنے کی سعی کی، تحقیق کے میدان جس کو ایک مفروضے سے زیادہ حیثیت حاصل نہیں، متقدمین مؤرخین و اہل سیر کے ہاں مشہور و معروف نسب یہ بیان ہوا ہے:

شجرہ نسب:

حضرت شیخ العالم بابا فرید الدین مسعود بن قاضی شیخ جمال الدین سلیمانؒ بن قاضی محمد شعیب بن شیخ احمد بن شیخ یوسف بن سلطان شہاب الدین بن شیخ نصیر الدین بن شیخ محمود بن شیخ سلیمان بن شیخ عبداللہ واعظ اصغر بن شیخ عبداللہ واعظ اکبر بن اسحٰق بن ابراہیم بن سالم بن عبداللہ بن عمر بن خطابؓ۔

اکثر محققین و مؤلفین نے بابا فرید الدین گنج شکرؒ کے اسی نسب نامے پر اعتماد کرتے ہوئے تحریر کیا ہے اور ڈاکٹر ضیاء الحبیب صابر نے اپنی تالیف میں سب کو بحوالہ کتب نقل کیا ہے۔[5]

کتاب "نسب و نسبت فرید" کا تعارفی جائزہ:

کتاب "نسب و نسبت فرید" ڈاکٹر ضیاء الحبیب صابری کی تالیف ہے، کتاب کا بنیادی موضوع حضرت شیخ العالم بابا فریدؒ کے مشہور و محقق فاروقی نسب کو غلط قرار دینا ہے جو کہ مستند تاریخی حوالوں اور محققین کی تحقیق کے برعکس ہے، حالانکہ محقق کی تحقیق کے مطابق "سیادت فریدی" سے پہلے کسی ایک بھی مؤرخ و سیر نگار نے بابا صاحب کے فاروقی النسب ہونے سے اختلاف نہیں کیا، اس پر تمام مؤرخین و اہل سیر کا اتفاق ہے، ہاں البتہ شجرے میں مذکور کچھ ناموں میں کمی و زیادتی، ان کے ہونے اور نہ ہونے میں ضرور اختلاف ہے جو کہ آپ کے نسبِ فاروقی کو تبدیل کرنے کا کسی طرح بھی موجب نہیں ہو سکتا، ڈاکٹر ضیاء الحبیب صابری نے "سیادت فریدی" کو اپنی کتاب کی اساس قرار دیا ہے جبکہ علماء و محققین نے اس کتاب کو باطل و مردود قرار دیا ہے، لہٰذا ان کی کتاب کی اساس ہی باقی نہ رہی تو ان کا پیش کردہ مواد بھی بے اصل ٹھہرا، تاہم اس کتاب کے کل صفحات کی تعداد 185 ہے جن میں سے 8 صفحات پر انتساب، فہرست مضامین تحریر ہیں اور 30 صفحات پر اربابِ علم و دانش کے تاثرات جمع کیے گئے ہیں پھر معروضات صابری کے ضمن میں 7 صفحات میں صرف مختلف اقوام اور نسب کی اہمیت، نبی پاک ﷺ کے نسب کے اعزاز کا ذکر کیا اور باقی کی کتاب میں موضوع سے ہٹے ہوئے ایسے واقعات جن کی موضوع سے کسی طرح

بھی کوئی مطابقت اور واسطہ نہیں پوری کتاب میں بامشکل دس ایسے صفحات ہوں گے جن میں بابا صاحبؒ کے نسب کے حوالے سے بے بنیاد قسم کے دلائل مذکور ہیں۔اس کتاب کے آخر میں ایسا شجرہ تحریر کیا گیا جس کا کوئی حوالہ مذکور نہیں جس کو پڑھنے کے بعد از خود یہ معلوم ہونے لگتا ہے کہ وہ الہامی و فرضی شجرہ ہے اس لئے کہ تاریخ خلفاء سمیت جن سیر و تاریخ کی کتب کا حوالہ پیش کیا ان کتابوں میں وہ وضاحت موجود نہیں جو مصنف موصوف کے مدعا کو ثابت کرنے کے لئے سود مند ثابت ہوسکتی ہو پھر اس کتاب کے آخر میں حضرت بابا صاحب کے نسبتی شجرہ کو تحقیقی انداز میں ثابت کیا گیا جس کو پڑھ کر قاری کتاب کسی نتیجے پر بآسانی رسائی حاصل کر سکتا ہے جبکہ نسبی حوالے سے جو کچھ بھی بیان ہوا ذیل میں حضرت بابا گنج شکرؒ کے نسبی شجرہ کہ آپؒ فاروقی النسب ہیں کی تحقیق کے ساتھ ساتھ سید ہونے پر بے بنیاد قسم کی من گھڑت دلیلوں کا بھی ایک تحقیقی جائزہ لیا جائے گا۔ حضرت بابا صاحبؒ کے درست نسب کو خلط ملط کرنے کی کوشش کی گئی کہ بابا صاحبؒ کا نسب امیر المؤمنین خلیفہ ثانی حضرت عمر بن خطابؓ سے نہیں ملتا بلکہ امیر المؤمنین خلیفہ چہارم حضرت علی بن ابی طالبؓ سے ملتا ہے لہٰذا آپؒ سید ہیں اس موضوع پر لکھنے کے لئے ان مصنفین کے قلم حرکت میں آئے جنہیں تحقیق و تصنیف کے میدان میں قدم رکھنے کا شوق تو تھا مگر انہیں تحریر و تصنیف اور تحقیق کے اصولوں سے ذرا برابر بھی آشنائی نہ تھی پھر سونے پے سہاگہ ہوا کہ جیسے امام تھے ویسے ہی عقل کے اندھے مقتدی میسر آئے جنہوں نے غیر معقول و منقول کتب کو تحقیق کا نام دے کر بزرگوں کی طرف غلط منسوبات کو نہ صرف قبول کیا بلکہ آئندہ نسلوں کو اس غلط نسب کی طرف نسبت کا پابند بنانے کی کوشش کی، بعض بزرگان دین کی قبور کے کتبوں پر ایسے الفاظ میں ان کا نسبی تعارف تحریر کیا گیا جن الفاظ ان کے نسب کے علاوہ ان کی ذات کو بھی مشکوک بنا دیا، وہ تحریر کچھ یوں کندہ کی گئی ہے کہ یہ بزرگ حسنی حسینی فاروقی سید ہیں، ایسی تحریر لکھنے اور لکھوانے والوں کی علمی حیثیت کو اس جملے میں درج تین نسبتیں خوب ظاہر کرتی ہیں، انہیں اتنا میں بھی معلوم نہیں کہ حسنی، حسینی دونوں میں سے ایک کے ساتھ والد یا والدہ کی نسبت سے تو فاروقی کہا جاسکتا ہے مگر دونوں کے ساتھ ملا کر فاروقی کہنا نعوذ باللہ کسی بھی بزرگ ہستی پر بہت بڑا الزام ہے کیونکہ حسنی حسینی فاروقی کا جملہ ایسا جملہ ہے جس کو پڑھ کر ایک جاہل بھی ہنس پڑتا ہے، اس سے اخذ مفہوم و مطلب بڑا سنگین الزام ہے، بحر حال تحقیق کے متعلق ایسے حضرات کی خدمت میں گذارش ہے کہ کسی بھی مسئلے کے دو پہلو ہوں ان دونوں پہلوؤں کی خوب چھان بین کرنے کے بعد ان میں سے جس پہلو پر بنیادی مأخذ سے پختہ اور کثیر دلائل تھے ان دلائل کی روشنی میں مؤقف قائم کیا جاتا تو اسے تحقیق کہا جاتا ہے۔

نسب نامے میں مذکور حضرت ابراہیم بن ادھم نامی شخصیت :

حضرت فرید ملت کا نسب بادشاہ کابل سلطان فرخ شاہ کابلی سے آٹھ، حضرت اسحاق بن ابراہیمؒ سے سترہ اور پھر تیس واسطوں سے خلیفہ ثانی امیر المؤمنین حضرت عمر بن خطابؓ سے ملتا ہے۔[6] اکثر و بیشتر کتبِ انساب، سوانح و تاریخ میں حضرت بابا صاحبؒ کے شجرہ نسب میں حضرت ابراہیم بن ادھمؒ کا نام درج ہے جس نام کو ڈاکٹر ضیاء الحبیب صابری نے ہدف بناء کر شجرہ نسب میں گڑبڑ کرنے کی کوشش کی ہے، تو کتب تواریخ و سوانح، اسماء الرجال وغیرہ کی روشنی میں یہ تحقیق طلب امر ہے کہ شجرہ میں مذکور ابراہیم نامی بزرگ مشہور صوفی بزرگ حضرت ابراہیم بن ادھمؒ ہیں یا کوئی اور ہیں تو تحقیق سے یہ بات ثابت ہے کہ حضرت بابا صاحب کے شجرے میں درج ابراہیم نامی بزرگ الابراہیم بن ادھمؒ نہیں بلکہ وہ ابراہیم بن عبد اللہ بن ناصر الدین سالم بن الراغب فی القربۃ والمناقب المستغفر التواب عبداللہ بن عمر بن الخطاب ہیں۔ چونکہ ابراہیم بن ادھمؒ غیر عرب

ہیں اور کتب تواریخ وانساب وغیرہ میں ایک ہی بزرگ کا تین مختلف نسبتوں سے تذکرہ کیا گیا ہے، جبکہ ڈاکٹر ضیاء الحبیب صاحب نے اپنی کتاب "**نسب ونسبت فرید**" میں ابراہیم بن ادہم نام کے تین بزرگان کا تذکرہ کیا ہے کہ انہوں نے ابراہیم بن ادہم العجلی، تمیمی، الخراسانی اور البلخی نسبتوں کا لحاظ کرتے ہوئے مختلف شخصیات قرار دیا ہے۔[7] اور دلائل سے ثبوت پیش کرنے کی کوشش کی، اگرچہ ان کے ہاتھ تو کچھ نہیں آیا تاہم انہوں نے ان کے نام کے ساتھ خراسانی کی نسبت کو ذکر کرکے ایک مزید پیچیدگی پیدا کردی کہ ان کے نزدیک ابراہیم بن ادھم نام کی چار شخصیات ہیں، اگر وہ اردو زبان پر مشتمل مواد، ثانوی مآخذ کی بجائے قدیم وجدید مستند کتب تواریخ، سیر، انساب واسماء الرجال کی طرف رجوع کرتے تو انہیں اس کتاب کی تالیف کی صعوبت اٹھانے سے دوچار نہ ہونا پڑتا اور ان کے شر سے بچ کر حضرت بابا صاحب اور ان کے خانوادے کا نسب نہ صرف اپنے حال پر باقی رہتا اور اس نسب سے تعلق رکھنے لیت ولعل کا شکار ہونے سے محفوظ ہو جاتے۔

بہر حال سلطان ابراہیم بن ادھم ایک ہی وہ شخصیت ہیں جن کے نام کے ساتھ العجلی، تمیمی، خراسانی و بلخی کی نسبتیں مذکور ہیں، پورا نام ابو اسحٰق ابراہیم بن ادہم العجلی التمیمی البلخی الخراسانی ہے۔اوران کا شجرہ نسب کتب تاریخ وانساب میں اس طرح ذکر کیا گیا ہے (**إِبْرَاهِيمُ بنُ أَدْهَمَ بنِ مَنْصُورِ بنِ يَزِيدَ بنِ جَابِرِ بنِ ثَعْلَبَةَ بنِ سَعْدِ بن حَلَّامِ بنِ غَزِيَّةَ بنِ أُسَامَةَ بنِ رَبِيعَةَ بنِ ضَبِيْعَةَ بنِ عِجْلِ بنِ لُجَيْمٍ العِجْلِيُّ**)[8] اس سے ثابت ہوا کہ ابراہیم بن ادہم عجلی ہیں[9] ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ میں اس شجرہ کے آخر میں العجلی کی جگہ تمیمی لکھ کر کہا ہے: **وَيُقَالُ: الْعِجْلِيُّ. فَهُوَ أَحَدُ الزُّهَّادِ**[10] (انہیں عجلی بھی کہا جاتا ہے اور وہ زہاد میں سے ایک ہیں) جس سے ثابت ہوا جو ابراہیم بن ادہم عجلی ہیں تمیمی بھی وہی ہیں تہذیب التہذیب کے حوالے سے ضیاء الحبیب صابری صاحب نے جو ذکر کیا کہ وہ محدثین میں غیر زاہد مشہور ہیں اور کوفہ کے رہنے والے تھے۔

یہ علامہ ابن حجر عسقلانیؒ کی رائے نہیں بلکہ انہوں نے ابن جوزی کے حوالے سے لکھا ہے کہ انہوں نے ابراہیم بن ادہم کے بارے میں المنتظم میں لکھا ہے کہ (**أنه غير الزاهد وأنه كوفي قدم مصر زائر الرشدين بن سعد, وحفظ عنه ومات سنة 162.**)[11] (یعنی ابراہیم بن ادہمؒ غیر زاہد تھے اور وہ کوفہ سے مصر آئے رشدین بن سعد نے انہیں اپنے پاس ٹھہرایا اور انہوں نے ان سے احادیث یاد کیں اور 162 ہجری میں وفات پائی) امام ابن جوزی کے قول میں انه سے بیان کیے گئے حصر سے بھی یہ ظاہر ہوتا ہے کہ جن کے بارے ابن حجرؒ نے کہا کہ ابراہیم بن ادہمؒ زاہد شخص تھے اور امام ابن جوزیؒ کے نزدیک وہی غیر زاہد تھے۔

فقط اکیلے امام ابن جوزی کے قول کی وجہ کہ ان کے نزدیک کوئی دوسرے ابراہیم بن ادہم تھے جو غیر زاہد تھے کو تسلیم کرکے یہ فیصلہ نہیں کیا جاسکتا کہ دو ابراہیم بن ادہم ہیں اس پر دوسرے کئی شواہد موجود ہیں سلطان ابراہیم بن ادہم ایک ہی ہیں اور دوسری بات یہ بھی یاد رہے کہ حافظ ابن حجرؒ کا ابن جوزی کے اس قول کو ذکر کرنے کا مقصد دوسرے ابراہیم بن ادہم کو ثابت کرنا نہیں بلکہ اسماء الرجال کی جمیع کتب میں جرح وتعدیل کرتے ہوئے رواۃ کے متعلق محدثین کے (مدح وذم سے متعلق) تمام اقوال کو ذکر کیا جاتا ہے کہ فلاں کا اس رواۃ کے متعلق یہ قول بھی ہے۔ جسے یوں بآسانی سمجھا جاسکتا ہے کہ امام فخر الدین رازیؒ کے متعلق محمود محمد الخنطور لکھتے ہیں کہ (**الفخر الرازی مدحه كثيرون, وذمه آخرون, وهذه طبيعة الكبار من الرجال يختلف الناس حولهم مابين مادح وقادح**)[12] (یعنی امام رازیؒ وہ ہیں کہ اکثر نے جن کی مدح کی اور دوسروں نے ان کی

ذم بھی کی اور ایسا کرنا رجالِ کبار کی عادت رہی ہے کیونکہ مدح کرنے والوں اور قدح کرنے والوں کے درمیان لوگوں کے احوال مختلف ہوتے ہیں) تو اسی اصول کے پیش نظر ہم کہتے ہیں کہ ابن حجرؒ کا لکھنے کا مقصد یہ ہے کہ جن کے متعلق (قال النسائي: "ثقة مأمون أحد الزهاد", وقال الدارقطني: "إذا روى عنه ثقة فهو صحيح الحديث", وقال البخاري: "قال لي قتيبة هو تميمي كان بالكوفة, ويقال له العجلي كان بالشام", وقال يعقوب بن سفيان: "كان من الخيار الأفاضل) [13] (امام نسائی نے ثقہ، مأمون اور زھاد میں سے ایک کہا ہے اور دار القطنی نے کہا ہے جب ان سے روایت کی جائے تو وہ ثقہ صحیح حدیث ہوتی ہے اور امام بخاریؒ نے کہا ہے کہ مجھ سے ابن قتیبہؒ نے کہا ہے کہ جب وہ کوفہ میں تھے تو وہ تمیمی کہلاتے تھے اور شام میں انہیں عجلی کہا جاتا تھا اور یعقوب بن سفیان نے کہا ہے: وہ ان میں سے تھے جنہیں افاضل نے اختیار کیا ہے۔ اسی طرح کا ایک قول ابن جوزی کا بھی ہے جو کہ المنتظم میں مذکور ہے کہ وہ غیر زاہد مشہور تھے۔ فضل ابن موسیٰؒ نے ان کے بارے میں کہا ہے کہ (حَجَّ وَالِدُ إِبْرَاهِيمَ بنِ أَدْهَمَ وَزَوْجَتُهُ، فَوَلَدَتْ لَهُ إِبْرَاهِيمَ بِمَكَّةَ) [14] (یعنی ان کے والدین نے حج کیا تو مکہ میں ابراہیم پیدا ہوئے) آپؒ کا تعلق خراسان کے ضلع بلخ سے ہے آپ بادشاہوں کی اولاد سے تھے ایک دن شکار کے لئے نکلے لومڑی یا خرگوش کو دوڑایا جس کی آپ طلب میں تھے کہ اچانک عاطف غیبی سے آواز دینے والے نے آواز دی اے ابراہیم! کیا آپ کو اس لئے پیدا کیا گیا ہے؟ یا تمہیں اس بات کا حکم دیا گیا؟ پھر آپ کی زِین کے پیچھے کے حصے سے آواز آئی قسم بخدا! تمہیں اس مقصد کے لئے نہیں پیدا کیا گیا اور نہ تمہیں اس امر کا حکم دیا گیا ہے پس اتنا سننا تھا کہ گھوڑے سے اتر کر اپنے والد کے چرواہے کے پاس چلے اس سے اونی جبہ لے کر پہنا اور اپنا گھوڑا مع ساز و سامان اسے دے دیا پھر جنگل کا رخ کیا اور اس کے بعد مکہ مکرمہ چلے گئے اور وہاں حضرت سفیان ثوریؒ اور فضیل بن عیاضؒ کی صحبت اختیار کی پھر شام تشریف لے گئے وہیں انتقال ہوا۔[15] سیر کی اکثر و بیشتر کتب میں حضرت ابراہیم بن ادہمؒ کا امیری سے فقیری کی راہ کو اختیار کرنے کا یہی واقعہ درج ہے خزینۃ الاصفیاء میں آپ کے سلطنت کے چھوڑنے کا ایک سبب یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ آپ کے والد ادہم تارک الدنیا قلندروں کی مجالس اختیار کیا کرتے تھے جنہوں نے بلخ سے باہر ایک ایسا کاشانہ بنایا تھا جہاں فقیر اور قلندر ہی آیا کرتے تھے آپ کے اس کاشانہ کے سامنے سے بادشاہ بلخ کی سواری کا گزر ہوا اس وقت طوفان بادوں باراں تھا شہزادی کی محمل کا پردہ زور دار ہوا سے ہٹا جس سے آپ نظر اس کے چہرے پر پڑی آپ کو اس سے عشق ہو گیا[16] پھر ایک طویل واقعہ جس کے بیان کی کوئی حاجت نہیں اسی واقعہ کو بعض سیر نگاروں نے بیان کر کے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ وہ بادشاہ بلخ فاروقی النسب تھا لہٰذا ابراہیم بن ادہم ماں کی جانب سے فاروقی ہیں اور باپ کی جانب سے سید ہیں جس کی تحقیق چند صفحات کے بعد انشاء اللہ تعالیٰ بیان کی جائے گی۔

یہاں پہلے مؤقف کے ہدف کی تحقیق مکمل ہوئی کہ ابراہیم بن ادہم نام کی جس شخصیت کو سامنے رکھ کر اختلاف کا دروازہ کھول کر حضرت بابا فرید الدین گنجشکرؒ کو سید ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے وہ خود بھی سید نہیں وہ نسباً عجلانی اور نسبتاً انہیں تمیمی، خراسانی، بلخی بھی کہا گیا ہے جن دلائل کی بنیاد پر ڈاکٹر صاحب نے عمارت کھڑی کرنے کی کوشش کی اس تحقیق کے بعد تو اس کی اساس ہی باقی نہ رہی کہ ابراہیم بن ادھمؒ نہ فاروقی النسب اور نہ ہی ہاشمی و سید تھے، جب عرب ہی نہیں تو پھر عربوں سے نسبی نسبت کیسے ممکن ہو سکتی ہے۔

مغالطے کا ازالہ:

حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکرؒ کا شجرۂ طریقت یعنی نسبتی شجرہ اٹھارہ واسطوں سے ہو کر حضرت ابراہیم بن ادہم

سے ملتا ہے مگر نسبی شجرہ کو ان کی طرف منسوب کرنے کی کوئی ایک بھی دلیل محقق کو نہیں مل سکی، نسبتی شجرہ پر تفصیل ہمارا مقالہ کے ہدف میں شامل نہیں، چنانچہ اس تفصیل کو یہاں حذف کیا گیا ہے، نیز اس پر صاحب نسب و نسبت فرید نے نسبتی شجرہ پر بے شمار حوالے پیش کیے ہیں، جو ہمارے مؤقف کی تائید کرتے ہیں انہوں نے لکھا ہے کہ ابراہیم بن ادہم حضرت فضیل بن عیاض کے خلیفہ اعظم تھے اور ابراہیم بن ادہمؒ نے دنیا کی سلطنت کو ٹھوکر مار کر جنگل کی راہ لی پھر وہ حضرت فضیل بن عیاضؒ اور حضرت سفیان ثوریؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور وہی عجلی، تمیمی، خراسانی، بلخی ہیں جن کو تین مختلف شخصیات شمار کیا گیا وہ در حقیقت ایک ہی شخص ہیں اس لئے کے فضیل بن عیاضؒ کے خلفاء میں کسی دوسرے ابراہیم بن ادہم نام کے بزرگ کا کسی بھی معتبر کتاب میں تذکرہ نہیں ملتا، تشفی کے لئے دیگر حوالہ جات ملاحظہ کیے جاسکتے ہیں؛ سیر الاولیاء میں ہے کہ حضرت فضیلؒ کی وفات کے بعد حضرت ابراہیم بن ادہمؒ نے خرقہ ارادت پہنا آپ معاملات عشق و مستی میں یکتا تھے، امام اعظم امام ابو حنیفہؒ سے والہانہ محبت رہی، امام صاحب انہیں **سیدنا ابراھیم ادھم** کے الفاظ سے یاد فرماتے کرتے، امام صاحب کے اصحاب نے اس عزت افزائی کا سبب دریافت کیا تو آپؒ نے فرمایا: وہ (ابراہیم) ہمیشہ مشغول بحق رہے جب کہ ہم دوسرے کاموں میں مشغول رہے اور حضرت جنید بغدادیؒ کا قول ہے: (**مفاتیح العلوم ابراھیم بن ادھم**علیہ الرحمۃ) (ابراہیم بن ادہم علوم کی چابی ہیں) اس قول کو حضرت علی عثمان ہجویریؒ المعروف ب-داتا صاحب نے اپنی شہرہ آفاق کتاب "**کشف المحجوب**" میں اس کا تذکرہ کیا نیز آپ کی اسی کتاب میں اس قول سے پہلے یہ بھی مذکور ہے: حضرت ابراہیم بن ادہمؒ بن منصور نے حضرت فضیل بن عیاضؒ اور سفیان ثوریؒ سے بھی فیضِ صحبت حاصل کیا۔[17] جس سے ثابت ہوا کہ صابری صاحب کی کتاب میں بے بنیاد مفروضوں کے سوا کچھ بھی نہیں دوسرے محققین کو محض سیادت فریدی نام کی آڑلے کر کم علم کہہ دیا مگر اپنی علمی استعداد کا خود ہی اندازہ کرلیں کہ اپنے مؤقف پر ایک بھی محقق دلیل نہیں پیش کر سکے جب ان کی اپنی کتاب بے بنیاد مفروضوں پر مشتمل ہے تو اندازہ ہوتا ہے کہ سیادت فریدی نام کی کتاب بھی اسی قسم کی غیر محقق کتاب ہو گی چونکہ صابری نے اسی کتاب کو بنیاد بنا کر بے بنیاد مؤقف اختیار کیا ہے مزے کی بات تو یہ ہے کہ جس طرح صابری صاحب نے کہا کہ سیادت فریدی کے مصنف کے دلائل مضبوط معلوم ہوتے ہیں اسی طرح انوار الفرید کے مصنف سید مسلم نظامی دہلوی نے بھی یہی جملہ ذکر کرنے کے بعد بابا صاحب کا وہ قابل اعتماد شجرہ ذکر کیا جو مشہور و معروف اور قابل اعتبار بحوالہ شجرہ ہے اور آپ کو فاروقی النسب ثابت کرتا ہے۔ افسوس کہ ان حضرات نے بے بنیاد من گھڑت کہانی سے نہ صرف بابا صاحب بلکہ حضرت شیخ احمد سرہندیؒ اور دیگر عظیم ہستیوں کے شجرہ نسب میں ردّ و بدل کر کے خلط ملط کی کوشش محض چند سیادت کے شائقین کو خوش کرنے کے لیے کی۔ کاش کہ کوئی ایک بھی قابل اعتبار و یقین دلیل ذکر کرتے کہ دل کو تسلی ہوتی۔

سیادت و فاروقیتِ فریدی کے دلائل کا علمی جائزہ:

وہ براہین و دلائل جن کی بنیاد پر حضرت بابا فریدؒ کے فاروقی نسب میں خلل ڈالنے کی سعی کی گئی:

مسلم نظامی و ڈاکٹر ضیاء الحبیب لکھتے ہیں: بابا فریدؒ کے نسب نامے میں تذکرہ نویسوں کے درمیان بڑا اختلاف موجود ہے، عمومی طور پر سیر نگاروں نے آپ کو چند واسطوں سے حضرت سلطان ابراہیم بن ادھم بلخی تک اور پھر تیس واسطوں سے حضرت امیر المؤمنین عمر بن خطابؓ سے ملایا ہے، موصوف لکھتے ہیں: میں حیران ہوں کہ ابراہیم بلخیؒ کو فاروقی النسب کیسے بنا دیا گیا جبکہ رجال کی کتابوں (تہذیب التہذیب تہذیب الکمال) میں آپ کو عجلی بروایتِ دیگر تمیمی بھی لکھا ہے لیکن بعد کی کتابوں

میں آپ کا نسب سلطان ابراہیم بن ادہم بن سلیمان بن ناصر بن عبد اللہ بن عمر بن خطابؓ پھر زیادہ چھان بین کے بعد سیادت فریدی کے نام سے کتاب شائع ہوئی جس میں علمی دلیلوں سے بابا صاحبؒ کو سید ثابت کیا گیا ہے یہ ایک محض خیال باطل ہے مذکورہ بالا بیان بطور اقتباس انوار الفرید المعروف بہ تاریخ فریدی سے لیا گیا ہے جس میں انہوں نے تہذیب التنذیب اور تہذیب الکمال سے ایک حوالہ ذکر کرتے ہوئے ابراہیم بن ادہمؒ کے حوالے سے لکھا ہے کہ حضرت بابا فرید الدین مسعود گنجشکرؒ کا نسبی تعلق جن ابراہیم بن ادہمؒ سے ہے انہیں کتب رجال میں لکھا ہے کہ مشہور ابراہیم بن ادہمؒ کے علاوہ ایک دوسرے اسی نام کے ایک دوسرے بھی ابراہیم بن ادہم ہیں جو غیر زاہد تھے [18] جس کی تفصیل ہم صفحاتِ بالا میں عربی عبارت کے ساتھ پیش کر چکے کہ اسماء الرجال کی کتب میں ایسی لاکھوں مثالوں سے بری پڑی ہیں کہ ایک روای کو کئی افراد ثقہ، عادل، معروف کہتے ہیں دوسرے کئی راوی یا ایک دوافراد اسی راوی کو غیر ثقہ، غیر عادل اور مجہول بھی لکھتے ہیں یعنی ایک ہی شخص کے متعلق مختلف اشخاص کی مختلف آرا ہوسکتی ہیں آراء مختلف ہونے کے بعد جس جانب کا پلڑا بھاری ہوتا ہے اس کو قبولیت کا درجہ ملتا ہے یہاں ایک طرف تنہاء ابن جوزی ہیں اور دوسری طرف امام بخاریؒ، امام نسائی، ابن قتیبہ، دارالقطنی جیسے محدثین ہیں جس سے ظاہر ہے کہ قبولیت کا درجہ ان ہی شخصیات کے قول کو حاصل ہوگا۔ مزید یہ کہ تاریخ، سیر، تصوف، انساب وغیرہ کی کتب اٹھالیں تو معلوم پڑے گا کہ سلطان ابراہیم بن ادہمؒ عجلانی، تمیمی، خراسانی، بلخی ایک ہی شخص ہیں جو کہ ہمارے مؤقف کی مضبوط ترین دلیل ہے تاریخ کی کسی ایک کتاب میں بھی درج نہیں کہ بلخ کے ایک سے زیادہ ابراہیم بن ادہمؒ نام کے بادشاہ ہو گزرے ہیں بے بنیاد مفروضے تو بہت سارے قائم کیے جاسکتے ہیں لیکن اس دلیل کو کسی طرح بھی نہیں توڑا جاسکتا۔

مزید لکھتے ہیں کہ حضرت بابا صاحب کے کچھ عرصہ بعد بھارت کے صوبہ بہار میں ایک بزرگ حضرت مخدوم الملک شرف الدین بہاریؒ ہوئے ہیں جن کا انتقال حضرت بابا صاحب کے انتقال کے ساٹھ سال بعد ہوا ہے ان کے مرید و خلیفہ حضرت مولانا مظفر بلخیؒ ہوئے ہیں ان کے نسب کے متعلق مطلوب المبارک میں لکھا ہے کہ مخدوم شرف الدین بہاری نے فرمایا ہے کہ مظفر بلخیؒ کی سیادت میں کوئی شبہ نہیں ہے اس لئے کہ ان کے جد اعلیٰ حضرت سلطان ابراہیم بن ادہم سید تھے۔ [19] اور ادہم ان کے والد نہیں نانا تھے جو کہ رئیس بلخ تھے جن کو کوئی اولاد نرینہ نہ ہوئی اس لئے انہوں نے اپنے نواسے سید ابراہیم کو اپنا معنوی جانشین بنایا اور حضرت ابراہیم کو اپنے نانا کی وجہ سے فاروقی کہا جانے لگا یہ کوئی غیر معمولی بات نہیں ہے اور عرب میں یہ عام دستور ہے جیسے سیدنا امام حسینؓ کو ابن رسول ﷺ کہا جاتا ہے [20]۔

اگر اس مفروضے کو تسلیم کر لیا جائے تو کئی سوال جنم لیں گے مثلاً:

- حضرت ادہم، ابراہیمؒ کے نانا تھے تو پھر ابراہیم کے والد کا نام کیا تھا؟ جبکہ ثابت ہو چکا کہ ابراہیم بن ادھم غیر عرب تھے۔
- تسلیم کر لیا جائے کہ ابراہیم کے نانا ادہم فاروقی تھے تو بوجہ والدہ کے فاروقی ہونے فاروقی مشہور ہوئے تو ادھم کا وہ شجرہ نسب کہاں ہے؟ جبکہ شجرہ مادری کے عنوان کے تحت صرف اتنا سا شجرہ ذکر کیا: سیدنا اسحٰق ابراہیم بن مقدّسہ مکرّمہ عابدہ بنت امیر اسد بن سامان بن جبا بن نیّار بن نوشرد بن طمغاث بن بہرام جوبین السمانی۔۔۔۔ اس میں ادھم نامی شخصیت کا کوئی تذکرہ ہی نہیں۔ [21]
- تسلیم کر لیا جائے کہ ماں کی طرف سے آپ فاروقی تھے تو پھر ان کا سید ہونا کس نسب نامے سے ثابت ہے

؟

- یہ جو کہا کہ نانا کی طرف نسبی نسبت کرنا یہ عرب کا دستور ہے جیسا کہ حضرت امام حسینؓ ابن رسول ﷺ کہلاتے ہیں ان کا ابن رسول اللہ ﷺ کہلانا حدیث سے ثابت ہے عام عرب کا دستور کہاں اور کس دلیل سے ثابت ہے کیا مطلوب المبارک نامی کتاب میں کوئی ایسا شجرہ نسب بیان کرکے حجت تمام کی گئی ہے جو معتبر تاریخ، انساب یا اسماء الرجال کی کتب میں درج ہو نہیں تو اس بے دلیل مفروضے کی حقیقت کیا ہے؟

جو مطلوب المبارک میں لکھا ہے کہ مخدوم شرف الدین بہاری نے فرمایا ہے کہ مظفر بلخیؒ کی سیادت میں کوئی شبہ نہیں ہے اس لئے کہ ان کے جد اعلیٰ حضرت سلطان ابراہیم بن ادہم سید تھے اور ادہم ان کے والد نہیں نانا تھے۔[22] مطلوب المبارک کی یہ سطور ابراہیم کو غیر سید ثابت کرنے کی دلیل تو بن سکتی ہے سید ہونے کی کسی طرح بھی دلیل نہیں ہوسکتی اس لئے کہ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ابراہیمؒ کے والد کوئی اور تھے جن کا نام کسی تاریخ، اسماء الرجال، انساب کی کتاب میں ادہم کے علاوہ مذکور نہیں اور یہ کہنا کہ حضرت ادہم فاروقی تھے ماں کی فارقیت کی وجہ سے ابراہیم بھی فاروقی ہوئے جب کتب میں ابراہیمؒ کے والد کا نام ادہم کے علاوہ مذکور نہیں اور نہ ہی کسی ایسی مستند کتاب کا حوالہ موجود ہے جو یہ ثابت کرتا ہو کہ حضرت ادہم، ابراہیم کے والد نہیں نانا تھے لہٰذا مطلوب المبارک سے جہاں یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت ادہم فاروقی تھے وہاں یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ ابراہیمؒ بھی فاروقی تھے اور یاد رہے کہ ابراہیم بن ادہم کی والدہ کے فاروقی ہونے کی فریق مخالف کی طرف سے کوئی مستند دلیل بھی مذکور نہیں۔

فریق مخالف کے پاس کوئی ایسا شجرہ بھی موجود نہیں جس میں ابراہیم بن ادہم کے سوا کوئی دوسرا نام مذکور ہو ہاں البتہ ضیاء الحبیب صابری نے ایک فرضی شجرہ اپنی کتاب میں ذکر کیا ہے جس میں انہوں نے ابراہیم بن ناصر عرف ادہم ذکر کیا ہے جس کا کوئی حوالہ بھی پیش نہیں کیا ان کے اس فرضی شجرے کے مطابق ابراہیم اپنے نانا کی وجہ سے نہیں والد کی وجہ سے سید ہوئے۔ مزید یہ کہ ضیاء الحبیب صابری نے تاریخ گزیدہ کا حوالہ پیش کیا اس سے بھی یہ ہرگز ثابت نہیں ہوتا کہ ابراہیم بن ادہمؒ سید تھے اس لئے اس میں امام محمد باقر کی اولاد کا ذکر تو موجود ہے مگر عبداللہ دقدق کی اولاد کا کوئی ذکر نہیں چاہیے تو یہ تھا کہ حوالہ یوں بیان کیا جاتا ابو اسحاق ابراہیم بن ناصر عرف ادہم بن ابو ناصر ہاشم بن عبداللہ دقدق بن ابو جعفر محمد باقر بن علی بن ابو عبداللہ حسین بن ابو تراب علیؓ بیان کردہ تمام ناموں کی تمام اولاد کا ذکر کیا جاتا اور پھر اس پر مستند حوالے پیش کیے جاتے مگر ضیاء الحبیب صابری نے ایک بہت بڑی علمی خیانت سے کام لیا ہے جس کا اندازہ تاریخ گزیدہ کی اصل عبارت اور مصنف موصوف کی بیان کردہ تفصیل کے تقابل سے خوب کیا جاسکتا ہے تاریخ گزیدہ کی مکمل فارسی عبارت یوں مذکور ہے (الباقر محمد بن علی بن حسین بن علی المرتضیٰ پنجم امام است بیست و دو سال و هفت ماه و هشت روز امام بود در روز آدینه ششم صفر سنه خمس و ستین بمدینه متولد شد چون سالش بهیجده رسید جعفر صادق بوجود آمد روز دوشنبه، پانزدهم رجب سنه سبع عشر و مایه بمدینه در گذشت صادق سی و چهار سال بود او را ببقیع دفن کردند شیعه گویند بفرمان عبدالملک مروان مسموم شد عمرش پنجاه و دو سال و پنج ماه و دوازده روز بود و شش پسر است جعفر صادق، علی، عبدالله دقدق، ابراهیم، احمد، حسین و دو دختر داشت سلمه و زینب)[23] (الباقر محمد بن علی بن حسین بن علی المرتضیٰ پانچویں امام ہیں بائیس ۲۲ سال سات ماہ اور آٹھ دن امام ہوئے ہیں۔ بروز جمعہ ۶ صفر ۶۵ ہجری کو مدینہ میں پیدا ہوئے۔ جب امام

جعفرؓ پیدا ہوئے اس وقت آپ کی عمر اٹھارہ برس تھی ۱۵ رجب ۱۱۷ ھجری کو مدینہ میں وصال ہوا اس وقت امام جعفرؓ کی ۳۴ برس عمر تھی۔امام باقرؓ کو جنت البقیع میں دفن کیا گیا۔اہل تشیع کہتے ہیں کہ عبدالملک مروان کے حکم سے انہیں زہر دیا گیا تھا۔وصال کے وقت آپ کی عمر ۵۲ سال ۵ ماہ اور بارہ دن تھی۔آپ کے امام جعفرؓ صادق، علیؓ، عبداللہؓ دقدق،ابراہیم، احمد اور حسین چھ بیٹے تھے اور سلمیٰ اور زینب دو بیٹیاں تھیں) جبکہ نسب و نسبت فرید میں والد گرامی کی طرف سے نسب کے عنوان کے تحت مذکور ہے کہ (سیدنا ابواسحاق ابراہیم قدس سرہ بن سیدنا ابوابراہیم ناصر عرف ادہم قدس سرہ بن ابو ناصر ہاشم بن سیدنا عبداللہ دقدق **(شش پسر است جعفر صادق، علی، عبداللہ دقدق، ابراھیم، احمد، حسین و دو دختر داشت سلمہ و زینب تاریخ گزیدہ ص 203 قدس سرہ بن سیدنا امام ابو جعفر محمد باقر قدس سرہ بن سیدنا امام سجاد علی او سط زین العابدین قدس سرہ بن سیدنا امام عالی مقام ابو عبداللہ حسین علیہ السلام بن سیدنا مولانا ابی الحسن علی المرتضیٰ کرم اللہ وجھہ الکریم)**[24] یعنی چھ بیٹے : جعفر صادق، علی، عبداللہ دقدق، ابراہیم، احمد، حسین اور دو بیٹیاں : سلمہ وزینب اولاد ہیں اور امام جعفر قدس سرہ بن سیدنا امام جعفر محمد باقر بن سیدنا امام سجاد علی اوسط زین العابدین بن امام عالی مقام ابو عبداللہ حسین بن علی و سیدنا مولانا ابی الحسن علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم۔

تقابلی جائزہ:

تاریخ گزیدہ کی فارسی عبارت کے مطابق امام محمد باقرؓ کے چھ بیٹے اور دو بیٹیاں اولاد ہوئی جبکہ نسب و نسبت فرید کے مطابق امام محمد باقرؓ کے بیٹے عبداللہ دقدق کے چھ بیٹے اور دو بیٹاں اولاد ہوئی ،دونوں عبارات کے درمیان چند امور غور طلب ہیں : ایک تو یہ کہ عبداللہ دقدق والد اور بیٹے دونوں کا نام ہے دوسرا یہ کہ عبداللہ دقدق کے بھائیوں کے جو نام ہیں جیسا کہ تاریخِ گزیدہ مذکور ہیں وہی تمام کے تمام نام عبداللہ دقدق کی اولاد کے بھی ہیں جو کسی سیرت، تاریخ، انساب کی کتاب میں درج نہیں۔اس مقام پر ڈاکٹر ضیاء الحبیب صابری نے ایک فحش غلطی کی کہ : جن حضرات کو تاریخ گزیدہ میں بھائی ذکر کیا گیا ہے ان ہی کو مصنف موصوف نے جانے یا انجانے میں یا پھر جس طرح سیادت فریدی میں یا کسی اور کتاب میں لکھا ہوا پا کر بغیر اصل کتاب کی طرف رجوع کیے نقل کر دیا، یہ ان کی بہت بڑی علمی خیانت ہے۔پھر مصنف موصوف نے جس شجرے کو ثابت کرنے کے لئے تاریخ گزیدہ کا حوالہ کوڈ کیا، وہ اس کتاب میں سرے سے موجود ہی نہیں نیز کتاب میں مذکور نسب نامے کا کوئی حوالہ بھی درج نہیں کہ وہ اس سے ان کے مؤقف کو تائید ملتی ،جو موصوف کی کم علمی یا خیانت کا بیّن ثبوت ہے ، انہوں ابرہیم بن ادہمؒ کی سیادت پر ثبوت پیش کیے اور نسب نامہ یوں ذکر کیا : **ابو اسحق ابراھیم بن ناصر عرف ادھم بن ابو ناصر ھاشم بن عبداللہ دقدق بن ابو جعفر محمد باقر بن علی زین العابدین بن ابو عبداللہ حسین بن ابو الحسن علی** کا شجرے کا حوالہ نہیں ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ باقی دلائل کی طرح یہ بھی خواب غفلت میں دیکھا گیا الہامی خواب ہے جس کی تعبیر نہ تو کسی علم التعبیر کے ماہر کو پتہ ہے اور نہ ان کے اس الہامی خواب کی تعبیر کسی کتاب میں مذکور ہے اس لئے کہ حضرت عبداللہ دقدق کے محمود، اسود معروف ہاشم، ایوب، مالک چار بیٹے تھے۔

ڈاکٹر ضیاء الحبیب کی خطاء:

منصف موصوف نے حضرت ابراہیمؒ کی والدہ کو فاروقی النسب کہہ کر ایک فاحش خطاء کا ارتکاب کیا فاروقی کہنے کی وجہ تسمیہ میں یہ کہنا کہ اہل عرب کا دستور تھا کہ وہ نانا کی نسبت سے نواسہ کا نسب بیان کرتے تھے ، ان کے نزدیک دستور سے کیا

مراد ہے اس کی وضاحت کرتے تاکہ اس عبارت کا مفہوم و مدعا واضح ہو جاتا: لغت میں دستور کے معنی قاعدہ، آئین، طرز، روش، رسم و رواج کے ہیں یعنی کسی بھی قوم کے طرز زندگی، روش، رسم و رواج، آئین کو دستور کہا جاتا ہے یہ ایک عام سی بات ہے کہ آئین اور رسم و رواج کی بنا کا تعلق کسی ایک فرد سے نہیں ہوتا بلکہ ان کا تعلق پوری قوم کے طرز زندگی اور روش سے ہوتا ہے اور اس کو بنانے والے قوم کے عام اور ان پڑھ لوگ نہیں ہوتے بلکہ مقننین (قانون دانوں) کا بورڈ اس پر بحث و تمحیص کے بعد اسے مرتب کرتا ہے جس کے بعد ہر عام و خاص، امیر و غریب اس کا پابند ہونے کا عہد کرتا ہے اب مطلوب المبارک میں بیان شدہ عبارت کا جائزہ لیا جائزہ جاتا ہے کہ اس میں بیان کیا گیا کہ اور حضرت ابراہیم کو اپنے نانا کی وجہ سے فاروقی کہا جانے لگا یہ کوئی غیر معمولی بات نہیں ہے اور عرب میں یہ عام دستور ہے اس دستور کے متعلق محض ایک بے بنیاد مفروضہ قائم کیا گیا کیونکہ قدیم وجدید عربوں کے ہاں ایسا کوئی دستور موجود نہیں اور اس پر جو یہ دلیل ذکر کی گئی کہ امام حسینؓ کو بھی ابن رسول اللہ ﷺ کہا جاتا ہے اس کا ایک جواب تو ہم ذکر کرچکے کہ پوری قوم کے خاص قول و فعل کو دستور کہا جاتا ہے کسی ایک فرد کے قول و فعل کو ہرگز دستور کا نام نہیں دیا جاتا دوسری بات یہ کہ امام حسینؓ کا جب شجرہ نسب بیان کیا جاتا ہے تو اس میں حسین بن محمد رسول اللہ ﷺ نہیں بیان کیا جاتا بلکہ حسینؓ بن علیؓ بن ابوطالب بیان کیا جاتا ہے اس کے سینکڑوں حوالے اور مثالیں موجود ہیں مگر حسینؓ بن محمد ﷺ بن عبداللہؓ کی کوئی ایک مثال یا حوالہ سیرت، تاریخ، انساب اور اسماء الرجال میں موجود نہیں تیسرا جواب: حسینؓ ابن محمد ﷺ کی جو مثال پیش کی گئی وہ صرف حضور نبی کریم ﷺ کا خاصہ ہے اور حضرات حسنین کریمینؓ کے علاوہ آپ ﷺ نے دوسروں کو نانا کی طرف نسب کی نسبت کرنے سے منع فرمایا ہے چنانچہ حضور ﷺ کا فرمان ہے کہ (كُلُّ سَبَبٍ وَنَسَبٍ مُنْقَطِعٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، مَا خَلَا سَبَبِي وَنَسَبِي، كُلُّ وَلَدِ أَبٍ فَإِنَّ عَصَبَتَهُمْ لِأَبِيهِمْ، مَا خَلَا وَلَدَ فَاطِمَةَ، فَإِنِّي أَنَا أَبُوهُمْ وَعَصَبَتُهُمْ)[25] (قیامت کے دن ہر سبب و نسب منقطع ہو جائے گا سوائے میرے سبب اور نسب کے، ہر بچہ باپ کا ہوتا ہے بلاشبہ ان کے عصب ان کے باپ سے ہوتے ہیں سوائے فاطمہؓ کی اولاد کے بلاشبہ میں ہی ان کا نسب و حسب ہوں)۔

اس حدیث میں حضور ﷺ نے باقی تمام بنی آدم کے لئے فرمایا کہ ان کا حسب و نسب ان کے باپ کی طرف منسوب ہوگا سوائے خاتون جنت حضرت سیدہ فاطمہؓ کی اولاد کے کہ ان کا نسب و عصب میں ہوں دوسروں کی ماؤں سے نسب کے جاری ہونے کی نفی فرما کر اپنے نسب کی اپنی بیٹی سے جاری ہونے کی تخصیص فرما دی. اور ان کے علاوہ کسی دوسرے کو ایسا کرنے کی اجازت نہیں مزید یہ کہ آپؐ نے ایسا کرنے والے کو مستحق لعنت قرار دیا ہے چنانچہ حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ (مَنِ انْتَسَبَ إِلَى غَيْرِ أَبِيهِ أَوْ تَوَلَّى غَيْرَ مَوَالِيهِ، فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ)[26] (جس نے اپنے باپ کے علاوہ کسی اور طرف نسبت کی یا جس غلام نے اپنے آقاؤں کے علاوہ کسی اور کی نسبت کی تو اس پر اللہ کی، فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت ہے)۔

کوئی از خود یا کوئی دوسرا کسی کی نسبت اس کے نانا کی طرف کرے تو وہ بھی اس عتاب، لعنت کا مصداق ٹھہرے گا اس لئے یہ کہنا کسی بھی طرح درست نہیں کہ ادہم، ابراہیم کے والد نہیں نانا تھے۔ یہاں اس بات کی بھی وضاحت کرتا چلوں کہ صحابہ کرامؓ، اہلبیت اطہار، علماء کرام، اولیاء کرام کے متعلق یہ کہنا کسی طرح بھی درست نہیں کہ انہوں نے ظالم حکمرانوں کے ظلم کے خوف سے جان بچانے کی غرض سے نسب کو مخفی رکھا یہ کہنا ان پاک ہستیوں پر ایک بہت بڑا الزام ہے اس لئے کہ ان

حق پرستوں نے اسلام کی سر بلندی کے لئے ہمیشہ اپنی جانوں، اولادوں اور مالوں کو قربان کیا جس کی مثالوں سے کتب بری پڑی ہیں جس کی ایک بڑی مثال بہتر ۷۲ لوگوں کو لے کر میدان کربلا میں اترنا اور اپنے بچوں سمیت حضرت امام حسینؑ کا شہادت کا جام نوش کرنا ہے حالانکہ وہاں تو بالکل پورا ایک خاندان تھا کہ اگر امام زین العابدینؓ وہاں شہادت کا جام نوش فرما لیتے تو امام حسینؑ کا پورا نسب ختم ہو جاتا اس کے باوجود یزید اور اس کی فوج کے ظلم کے سامنے سر حسین نہیں جھکا جس میں ان کی اولاد اور مسلمانان عالم کے لئے درس ہے کہ اپنی جان، اولاد اور مال سب کچھ قربان کر دینا مگر ظالم کے سامنے کبھی کلمہ حق بیان کرتے ہوئے نہ گھبرانا تو اولیاء و علماء نے نواسہ رسول ﷺ کے اس کردار اور حکم کو ہمیشہ کے لئے اپنی زندگی کا معمول بناتے ہوئے بڑے سے بڑے جابر بادشاہوں کی سلطنتوں سے ٹکرا گئے اور انہوں اپنی قوت ایمانی کے زور سے ان سلطنتوں کو پاش پاش کر دیا۔ حضرات علماء و صوفیاء کی زندگیوں کی ایسی تو ان گنت مثالیں کہ انہوں ہمیشہ شہادت کو زندگی پر اور رخصت پر عظیمت کو ترجیح دی مگر ایسی مثالیں گنتی کی ہیں جن میں کچھ حضرات نے اپنا ایمان چھپایا ہو لیکن نسب کے اخفاء کی کوئی ایک مثال بھی نہیں کہ ذرا سی عقل رکھنے والا کوئی عام نسب والا شخص اپنی نسبت کسی غیر خاندان کی طرف ہر گز کرنا پسند نہیں کرتا کیونکہ غیر کی طرف نسب کی نسبت حرام ہونے کے ساتھ ساتھ معیوب بھی سمجھی جاتی ہے پھر اولیاء کرام و علماء سے اس قسم کی توقع کیسے کی جاسکتی ہے جو نسب کی اہمیت اور غیر کی طرف اس کی نسبت کرنے پر ہونے والے عتاب وگناہ سے خوب آشنا ہوتے ہیں اور گناہ سے اپنے آپ کو بچانا تو ان کا اولین مقصد ہوتا ہے مگر وہ اولیاء و علماء کا گروہ ایسا گروہ ہوتا ہے جو مباحات سے بھی اپنے آپ کو بچاتا ہے جو لوگ مباح کے استعمال سے بھی بچتے ہوں ان کی طرف فعلِ حرام کی نسبت کرنا محض اپنے مؤقف کو ثابت کرنے کے لئے کتنا سنگین جرم ہے۔

بابا فرید الدین گنجشکرؒ کے سید النسب ہونے کی ایک دلیل یہ ذکر کرتے ہوئے کہا گیا ہے کہ جن لوگوں نے حضرت بابا صاحب کو سید النسب ظاہر کیا ہے ان کی ایک بڑی اہم اور معقول دلیل یہ ہے کہ سب تذکرہ نویسوں نے آپ کا سلسلہ حضرت ناصر بن عبداللہ کے ذریعے امیر المؤمنین عمر بن الخطابؓ سے ملایا ہے حالانکہ کسی قدیم تاریخ و نسب کی کتاب میں اور کسی رجال وحدیث کی کتاب میں حضرت عبداللہ کے کسی لڑکے کا ناصر نام مذکور نہیں، اس کا کئی طرح سے جواب ممکن ہے:

ایک جواب اس کا تحقیقی ہے جسے علامہ غلام مصطفٰی مجددی ایم۔اے نے سیرت حضور مجدد اعظمؒ میں پیش کیا وہ حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندیؒ کے شجرہ نسب کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ یہ کل اکتیس واسطے ہیں جبکہ جناب ڈاکٹر مسعودؒ نے انتیس واسطے رقم کیے ہیں جبکہ بعض مؤرخین نے لکھا ہے۔

کہ آپ کا شجرہ ستائیس واسطوں کے ساتھ ن حضرت عمرؓ فاروق اعظم تک پہنچتا ہے ان کے نزدیک شیخ ناصر فاروقیؒ کے بعد حضرت عبداللہ بن عمر بن خطاب کا اسم گرامی ہے فتاویٰ تاتار خانیہ میں ہے کہ حضرت امام حسن بن علیؓ کی ایک صاحبزادی حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے عقد میں تھیں اور مولانا بحر الدین مجددی کی ایک قلمی بیاض میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر کے دوسرے فرزند ناصر اسی صاحبزادی کے بطن سے تھے پس ان دو رشتوں کی وجہ سے حضرت عمر فاروقؓ کی اولاد کو سید علوی کہا جائے گا محدث ابو جعفرؒ کے مطابق حضرت فاروق اعظمؓ کی اولاد داخل سادات ہے شیخ ناصر اور شیخ ابراہیم تابعین میں شامل تھے اور شیخ اسحاق اور شیخ ابراہیم تبع تابعین میں شامل تھے واعظ الاصغر تک یہ خاندان ملک حجاز میں ہی رہا، شیخ مسعود خلفائے عباسیہ کے اصرار سے دار الخلافہ بغداد شریف میں آکر مقیم ہوئے، شیخ سلیمان نے اپنے خاندانی علوم کی تحصیل کر کے حضرت سری سقطیؒ

[27] سے بھی خلافت پائی اس سلسلہ کا نام سری سقطیہ ہے [28]۔

مراۃ الانساب میں حضرت عبداللہ بن عمرؒ کی اولاد حضرت ناصر کا ذکر کیا ہے [29] جس کے متعلق بعض مصنفین نے یہ اعتراض اٹھاتے ہوئے کہا ہے کہ

اس نام کی حضرت عبداللہؒ کی کسی اولاد کا کہیں بھی ذکر نہیں اس حوالے سے صاحب عمدۃ المقامات میں حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندیؒ کے شجرہ کے حوالے سے لکھا ہے کہ (مخفی نماند کہ تمام نسب مبارک تاامیر المؤمنین ازروئے انتخاب سی و دو نفر می شوند لیکن در این جا پسر حضرت عبداللہ را ناصر نام مقرر نمودہ اند و ایں تعین را از زبدۃ المقامات مولانا ہاشم کشمی نقل کردہ۔ اما مولانا بدر الدین سرہندیؒ در حضرات القدس بجائے ناصر سالم نام ابن عبداللہ ابن عمر نوشتہ و ھمیں اسم سالم را در کتب حدیث در اولاد صلبی حضرت عبداللہ یافتہ شد۔ پس از ایں تقریر معلوم شد کہ آنچہ مولانا بدر الدین قدس سرہ نوشتہ اند بر صواب خواھد۔ زیرا کہ ناصر نام در اولادیشان ظاھر ایافتہ نشدہ مگر ایں کہ احتمال لقب دارد کہ ھماں سالم ملقب بناصر باشند لکن ایں ضعیف نماید) [30] ترجمہ: (اس میں کسی قسم کا اخفاء نہیں کہ تمام نسب مبارک میں از روئے انتخاب بتیس ۳۲ افراد ہیں۔ لیکن اس مقام پر عبداللہ کے بیٹے کا نام سالم مقرر نہیں کیا گیا جس کا تعین مولانا ہاشم کشمی کی کتاب زبدۃ المقامات سے کیا گیا ہے۔ لیکن مولانا بدر الدین سرہندی نے اپنی کتاب حضرات القدس میں ناصر سالم نام کی بجائے ابن عبداللہ بن عمر لکھا ہے اور اسی سالم نام کو کتب حدیث میں حضرت عبداللہ کی صلبی اولاد کے ناموں میں بیان کیا گیا ہے۔ اس ساری تقریر سے معلوم ہوا کہ علامہ بدر الدین صاحب نے جو کچھ لکھا ہے وہی درست ہے اس لئے کہ ان کی اولاد میں ناصر نام ظاہر نہیں ہوا مگر ان کا لقب ہونے کا احتمال ہے ممکن ہے کہ وہی سالم ناصر کے لقب سے ملقب ہوئے ہوں لیکن یہ بات ضعیف ہے)۔

حضرت بابا فرید الدین گنج شکرؒ اور حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانیؒ کا شجرہ حضرت عمرؓ سے شیخ شعیب تک ایک ہے اور ان کی اولاد سے الگ ہوتا ہے دونوں بزرگوں کا ایک شجرہ ہونے کی بنا پر حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے کی اولاد میں سے حضرت سالمؒ کے اصل نام کی جگہ بعض شجرہ جات میں ناصر الدین مذکور ہے جس سے اہل سیر کو یہ اختلاف ہے کہ اس نام، کنیت یا لقب کی حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی کوئی اولاد نہیں اس مغالطے کی بنا پر بعض حضرات نے پورے نسب نامے کو ہی تبدیل کر کے اس مسئلے کو مزید پیچیدہ بنا دیا، چاہیے تو یہ تھا کہ اختلاف کو ختم کرنے کے لئے ناصر کی جگہ سالم یا عبداللہ نام ذکر کر دیا جاتا جیسا کہ اکثر محققین نے حضرت مجدد الف ثانیؒ کے شجرہ نسب میں ناصر کی جگہ حضرت سالم کا نام ذکر کیا ہے اگر ایسا کیا جاتا تو اس سے مسئلہ حل ہو جاتا چونکہ ان سے نیچے ناموں کی لڑی میں سوائے اس کے کوئی اختلاف نہیں کہ بعضوں نے جانے انجانے میں حضرت ابرہیمؒ کے لقب ادہم کو والد قرار دے کر ابراہیم بن ادہمؒ بنا کر مزید خرابی کر دی، جن کے متعلق صفحات بالا میں ہم تفصیل بیان کر چکے کہ اس نام کے بزرگ کا تعلق نہ تو فاروقیت سے ہے اور نہ وہ سید تھے جنہیں باتفاق مؤرخین، ماہرین انساب، اسماء الرجال عجلانی، بلخی، خراسانی اور بلخی لکھا ہے جبکہ ان کے عربی و غیر عربی ہونے میں اختلاف کیا ہے جس کے بعد اختلاف کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہی پھر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ابراہیم بن ادہمؒ کو حضرت عبداللہ بن علی بن حسین بن علیؒ کیوں کہا گیا تو اس کی وجہ یہ ہے اہلبیت اطہار کے مذکورہ بالا نفوس قدسیہ کا ابراہیم بن ادہمؒ کی اسناد حدیث میں ذکر ملتا ہے جس سے کچھ حضرات کو غلط فہمی ہوئی کہ وہ اسی خاندان سے ہیں ابو عبد اللہ محمد بن إسحاق بن محمد بن يحيىٰ بن مَنْدَہ العبدی نے مسند

ابراہیم بن ادہمؒ کے نام سے ان کی تمام اسانید کو جمع کیا ہے ان میں سے ایک سند یہ ہے کہ (إِبْرَاهِيمُ بْنُ أَدْهَمَ، عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ)[31] اس سند سے یہ ثابت ہوتا ہے ابراہیم بن ادہم سید تو نہ تھے البتہ انہوں اہلبیت اطہار سے احادیث کو روایت کیا ہے، جو کسی بھی طرح نسبی تعلق کو ثابت نہیں کرتا اس لئے کہ اگر ان کا شجرہ نسب ان سے ملتا تو پھر سند اس طرح بیان کی جاتی کہ : (عن إِبْرَاهِيمُ بْنُ أَدْهَمَ بن مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ۔۔۔)۔

خلاصۃ بحث:

مذکورہ مباحث سے ثابت ہوا کہ : حضرت بابا فرید العالم والملۃ فاروقی النسب تھے، عرب و عجم کے تمام محقق علماء نے آپ کا نسب "العمری" (یعنی حضرت عمر بن خطابؓ کی نسبت سے فاروقی) ہی بیان کیا گیا ہے، چنانچہ یونس الشیخ ابراہیم السامرائی لکھتے ہیں کہ (هو الشيخ الكبير مسعود بن شعيب بن احمد بن يوسف بن محمد بن فرج شاه العمرى)[32] یعنی آپ شیخ کبیر مسعود بن احمد بن محمد بن فرج (فرخ) شاہ العُمری ہیں۔

نتائج بحث:

اس مقالہ سے درج ذیل نتائج اخذ ہوئے ہیں:

(۱): حضرت فرید ملت بابا فریدالدین گنج شکرؒ کا نسبی سے لحاظ سے فاروقی ہونا، نامور مؤرخین، اہل سیر، ماہرین انساب کے درمیان متفق علیہ ہے۔

(۲): ان کے نسب نامے کے کچھ ناموں میں اگرچہ اختلاف ہے تاہم ناموں میں اختلاف کے باوجود ان کے فاروقی النسب ہونے سے انکار منقول نہیں۔

(۳): سید رشید احمد رئیس اور ڈاکٹر ضیاء الحبیب صابری نے انہیں سید ثابت کرنے کی کوشش کی لیکن متقدمین و متاخرین اہل تاریخ، اہل سیر و ماہرین انساب کی کسی مستند کتاب و معتبر شخصیت سے ان کے سیّد ہونے کا ثبوت پیش نہیں کر سکے ۔

(۴): سید رشید احمد رئیس کی کتاب "سیادت فریدی" اور ڈاکٹر ضیاء الحبیب صابری کی "نسب و نسبت فرید" کی کوئی امتیازی حیثیت نہیں۔

(۵): حضرت فریدالدین گنج شکرؒ کے بعض نسب ناموں میں درج ابراہیم بن ادھم معروف و مشہور بزرگ نہیں بلکہ وہ فقط ابراہیم بن سالمؒ ہیں۔

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.

حوالہ جات (References)

[1] ۔ سید محمد بن مبارک علوی کرمانی، سیر الاولیاء، مرکز تحقیقات فارسی ایران پاکستان، مؤسسۂ انتشارات اسلامی لاہور، ص 215۔ مجموعہ

خواجگان چشت، ہشت بہشت، (مترجم) علامہ عنصر، ط: اول، 1996ء ناشر: چوہدری غلام رسول، مطبع: بک پرنٹرز لاہور، ص178۔ مفتی غلام سرور لاہوری، خزینۃ الاصفیاء، (مترجم) پیرزادہ اقبال احمد فاروقی، مکتبہ نبویہ گنج بخش روڈ لاہور، ص109۔

[2] ۔ مفتی غلام سرور لاہوری، خزینۃ الاصفیاء، ص109۔

[3] ۔ مجموعہ خواجگان چشت، ھشت بھشت، (مترجم) علامہ عنصر، ص177۔ مفتی غلام سرور لاہوری، خزینۃ الاصفیاء، ص110۔

[4] ۔ ایضا۔

[5] ۔ ڈاکٹر ضیاء الحبیب صابری، نسب و نسبت فرید، الصابریہ پبلی کیشنز 205 علی بلاک، اتفاق ٹاون ملتان روڈ لاہور، ط: باراول محرم الحرام 1427ھ-فروری 2006، ص66-71۔

[6] ۔ مفتی غلام سرور لاہوری، خزینۃ الاصفیاء، (مترجم) پیرزادہ اقبال احمد فاروقی، ص۲۵، ۲۴، مکتبہ نبویہ گنج بخش روڈ لاہور، ص109۔

[7] ۔۔ڈاکٹر ضیاء الحبیب صابری، نسب و نسبت فرید، ص73۔

[8] ۔ الامام الحافظ عبد الرحمٰن بن محمد بن اسحاق ابن مندۃ العبدی الاصبہانی، المستَخرجُ من کُتب النّاس للتّذکرۃ والمستطرف من أحوال الرِجال للمعرفۃ، وزاۃ العدل والشئون السلایۃ البحرین، ج3 ص418۔ یوسف بن عبد الرحمٰن بن یوسف، ابو الحجاج، جمال الدین ابن الزکی ابی محمد القضاعی الکلبی المُزی، تہذیب الکمال في أسماء الرجال، مؤسسۃ الرسالۃ –بیروت، ط: الأولی، 1400 –1980، ج2 ص27 و29۔

[9] ۔ابو الفضل احمد بن علی بن محمد بن احمد بن حجر العسقلانی ،تقریب التھذیب ،دار الرشید – سوریا،ط: الأولی، 1406 – 1986، ج1 ص87۔ ابو الفداء إسماعیل بن عمر بن کثیر القرشی البصری ثم الدمشقی، البدایہ و النھایہ، تحقیق: عبداللہ بن المحسن الترکی، دار ہجر للطباعۃ والنشر والتوزیع والاعلان، ط: اولاولی، 1418ھ - 1997م ج13 ص494۔ یوسف بن تغری بردی عبداللہ الظاہر الحنفی، ابو المحاسن، جمال الدین، النجوم الزاھرۃ فی ملوک مصر والقاھرۃ، وزاۃ الثقافۃ والارشاد القومی، دار الکتب مصر، ج2 ص36۔

[10] ۔ابو الفداء إسماعیل بن عمر بن کثیر القرشی البصری ثم الدمشقی، البدایہ و النھایہ، ج13 ص494۔

[11] ۔ابو الفضل احمد بن علی بن محمد بن احمد بن حجر العسقلانی، تھذیب التھذیب، مطبعۃ دائرۃ المعارف النظامیۃ الہند، ط: الاولی، 1326ھ، ج1 ص102۔ جمال الدین ابو الفرج عبد الرحمٰن بن علی بن محمد الجوزی، المنتظم في تاریخ الأمم والملوك، المحقق: محمد عبد القادر عطا، مصطفیٰ عبد القادر عطا، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ط: الاولی، 1412ھ - 1992م، ج8 ص240-242۔

[12] ۔ محمود محمد محمد الخنطور، النسخ عند الفخر الرازي، مکتبۃ الاداب –القاہرۃ، ط: الاولی، 2002م، ص18۔

[13] ۔ابو الفضل احمد بن علی بن محمد بن احمد بن حجر العسقلانی، تھذیب التھذیب، ج1 ص102۔ جمال الدین ابو الفرج عبد الرحمٰن بن علی بن محمد الجوزی، المنتظم في تاریخ الأمم والملوك، ج8 ص240-458، 242۔

[14] ۔ شمس الدین ابو عبد اللہ محمد بن إحمد بن عثمان بن قَایماز الذہبی، سیر اعلاء النبلاء، المحقق: مجموعۃ من المحققین باشراف الشیخ شعیب الارناؤوط، مؤسسۃ الرسالۃ ط: الثانیۃ، 1405ھ/1985م، ج7 ص387۔

[15] ۔ابو القاسم علی بن الحسن بن ہبۃ اللہ المعروف ب-ابن عساکر، تاریخ دمشق، المحقق: عمرو بن غرامۃ العمروی، دار الفکر للطباعۃ والنشر والتوزیع، 1415ھ- 1995م، ج6 ص282۔ حضرت سید علی بن عثمان الھجویری، کشف المحجوب، (مترجم) تحقیق ترجمہ و

شرح: کپتان واحد بخش سیال چشتی صابری ،الفیصل ناشران و تاجران کتب غزنی اسٹریٹ اردو بازار لاہور ، ص371۔ ابی عبد الرحمٰن محمد بن الحسین السلمی ، طبقات الصوفیہ، ادارہ پیغام القران ، ص30۔ عبد الکریم بن ہوازن بن عبد الملک القشیری، الرسالۃالقشیریۃ، تحقیق : الامام الدکتور عبد الحلیم محمود، الدکتور محمود بن الشریف، دار المعارف، القاہرۃ، ص65۔

[16]۔ مفتی غلام سرور لاہوری، خزینۃالاصفیاء، ص24-25۔

[17]۔ حضرت سید علی بن عثمان الہجویری، کشف المحجوب ، ص372۔، سید محمد بن مبارک علوی کرمانی، سیر الاولیاء، ص230۔

[18]۔ سید مسلم نظامی دہلوی، انوار الفرید المعروف بہ تاریخ فریدی ،زاویہ پبلیشر لاہور ، ص29۔

[19] ۔۔ ڈاکٹر ضیاء الحبیب صابری ، نسب و نسبت فرید، ص139۔

[20]۔ایضاً۔

[21] ۔۔ ڈاکٹر ضیاء الحبیب صابری ، نسب و نسبت فرید، الصابریہ پبلی کیشنز205 علی بلاک ،اتفاق ٹاون ملتان روڈ لاہور ، ط: باراول محرم الحرام 1427ھ-فروری2006، ص137۔

[22] ۔ ڈاکٹر ضیاء الحبیب صابری ، نسب و نسبت فرید، ص137۔

[23]۔ حمد اللہ بن ابی بکر بن احمد بن نصر مستوفی القزوینی ، تاریخ گزیدہ، ص2033۔

[24]ڈاکٹر ضیاء الحبیب صابری ،نسب و نسبت فرید، ص137۔

[25]۔احمد بن الحسین بن علی بن موسی الخُسْرَوْجِردی الخراسانی، ابو بکر البیہقی ، السنن الکبری ،المحقق : محمد عبد القادر عطا، دار الکتب العلمیۃ، بیروت –لبنات، ط: الثانیۃ، 1424ھ-2003م، ج7ص101۔

[26]۔ابن ماجۃ - وماجۃ اسم ابیہ یزید - ابو عبد اللہ محمد بن یزید القزوینی، سنن ابن ماجہ ت الأرنؤوط،المحقق : شعیب الأرناؤوط - عادل مرشد - محمّد کامل قرہ بللی - عَبد اللّطیف حرز اللہ، : دار الرسالۃ العالمیۃ، ط: الاولی، 1430ھ-2009م، ج2ص870۔

[27]۔حضرت شیخ سری سقطیؒ حضرت جنید بغدادی کے شیخ اور حضرت معروف کرخیؒ کے مرید تھے۔

[28]خواجہ احمد حسین امروہی، جواہر مجددیہ ، ملک فضل الدین چنن الدین لاہور ، ص3۔ حضرت مولانا سید زوار حسین شاہ، حضرت مجدد الف ثانیؒ، ص51۔

[29]۔ مولانا مولوی ضیاء الدین علوی نقشبندی مجددی، مرأۃ الانساب ،الرحیم اکیڈمی اکراام آباد لیاقت آباد کراچی ، ص38۔

[30]۔ مولانا محمد ہاشم کشمیؒ ، زبدۃ المقامات ،بر حاشیہ ، مطبع نامی نول کشور ، کانپور ، ص98۔

[31]۔ابو عبد اللہ محمد بن إسحاق بن محمد بن یحیٰ بن مَنْدَہ العبدی، مسند إبراهيم بن أدهم الزاهد، المحقق : مجدی السید ابراہیم، مکتبۃ القرآن - القاہرۃ ۔

[32]۔یونس الشیخ ابراہیم السامرائی، علماء العرب فی شبہ القارۃ الھندیہ، وزارۃ الاوقاف والشئون الدینیہ ، عراق، ص44۔ پیر محمد کرم شاہ الازہری، مجموعۃ وظائف مع دلائل الخیرات ، ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور ، ص102۔علامہ مشتاق احمد شاہ الازہری، الامام احمد رضا خان و اثرہ فی الفقہ الحنفی ، ادارہ تحقیقات امام احمد رضا، مؤسسۃ الشرف لاہور پاکستان ، ص56۔